ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

برہان القرآن کی روشنی میں جدید طبی و مالی مسائل کے شرعی احکام: ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

Shariah Rulings on Modern Medical and Financial Issues in the Light of Burhān al-Qurʾān: A Research and Analytical Study

Abrar Ahmed
PhD Scholar, Department of Islamic Studies and Sharia, Muslim Youth University, Islamabad, Pakistan.
Email: abrarahmed0508@gmail.com
Dr. Syed Abdul Waheed
Assistant Professor, Department of Islamic Studies and Sharia, Muslim Youth University, Islamabad, Pakistan.
Email: syedwaheed@iiu.edu.pk

Abstract

Islam provides comprehensive guidance for all aspects of human life through the Qur'an and Sunnah, offering fundamental principles for addressing emerging medical and financial challenges. With the rapid advancement of medical science, biotechnology, banking, and modern commercial practices, several contemporary issues require careful examination in the light of Islamic teachings. This research, entitled *"Shariah Rulings on Modern Medical and Financial Issues in the Light of Burhan al-Qur'an: A Research and Analytical Study,"* aims to investigate the Islamic legal status of selected contemporary issues by examining relevant Qur'anic principles, their interpretations, and established jurisprudential perspectives. The primary objective of this study is to explore the relationship between Islamic teachings and contemporary developments in medicine and finance. The medical section focuses on family planning and birth control, test-tube babies (in vitro fertilization), organ transplantation, and the Shariah aspects of plastic surgery. These issues are examined in relation to the protection of human life, preservation of lineage, bodily integrity, medical necessity, and human dignity. The financial section addresses interest on bank loans, currency exchange, insurance, life insurance, and the practice of *Pagri* in commercial transactions. Particular attention is given to the Islamic principles of prohibition of *Riba* (usury or interest), avoidance of deception and excessive uncertainty, mutual consent, justice, and lawful trade. The study adopts a qualitative, descriptive, and analytical research methodology based on the examination of relevant Qur'anic verses, the explanations presented in Burhan al-Qur'an, and authentic Islamic legal and interpretative sources. It also considers differing scholarly opinions where contemporary issues involve legitimate jurisprudential disagreement. The study highlights that the Shariah rulings concerning modern medical and financial practices depend on their underlying purposes, practical circumstances, contractual conditions, and conformity with established Islamic principles. It emphasizes the importance of collaboration between Islamic scholars, medical professionals, and financial experts in addressing emerging challenges. The research is expected to contribute to contemporary Islamic jurisprudence by promoting a balanced understanding of Islamic teachings and providing a scholarly foundation for responsible decision-making in modern medical and financial affairs.

Keywords: Shariah Rulings; Modern Medical Issues; Financial Issues; Burhan al-Qur'an; Bioethics; Riba and Islamic Finance; Contemporary Jurisprudence

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

تعارف

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو انسانی زندگی کے تمام انفرادی، اجتماعی، معاشرتی، معاشی اور اخلاقی پہلوؤں کے بارے میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ قرآن مجید اسلامی تعلیمات کا بنیادی سرچشمہ ہے، جس میں انسان کی دینی و دنیاوی زندگی کی اصلاح کے لیے اصول و ضوابط بیان کیے گئے ہیں۔ ان اصولوں کی روشنی میں بدلتے ہوئے حالات اور جدید دور کے پیدا کردہ مسائل کا شرعی حل تلاش کرنا اسلامی فقہ کی اہم ذمہ داری ہے۔ عصر حاضر میں سائنسی ترقی، طبی تحقیقات، جدید جراحی طریقوں، مالیاتی اداروں اور تجارتی معاملات میں غیر معمولی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں، جن کے نتیجے میں متعدد ایسے مسائل سامنے آئے ہیں جن کا تعلق انسانی صحت، تولید، جسمانی ساخت، مالی لین دین اور معاشی تحفظ سے ہے۔ ان مسائل کے شرعی احکام کی وضاحت کے لیے قرآن و سنت، فقہی اصولوں اور معتبر تفسیری مصادر سے رہنمائی حاصل کرنا ضروری ہے۔ زیرِ نظر تحقیقی موضوع "برھان القرآن کی روشنی میں جدید طبی و مالی مسائل کے شرعی احکام: ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ" اسی علمی ضرورت کے تحت منتخب کیا گیا ہے۔ اس تحقیق کا بنیادی مقصد برھان القرآن کی روشنی میں جدید طبی اور مالی مسائل کا مطالعہ کرنا، ان سے متعلق قرآنی اصولوں کی وضاحت کرنا اور ان اصولوں کی بنیاد پر معاصر فقہی آرا کا تجزیاتی جائزہ لینا ہے۔ اس سلسلے میں یہ امر بنیادی اہمیت رکھتا ہے کہ جدید مسائل کے حل میں قرآن مجید کی تعلیمات کو ان کے صحیح سیاق و سباق میں سمجھا جائے اور شرعی احکام اخذ کرتے وقت سنت نبوی، اجماع، قیاس اور دیگر معتبر فقہی اصولوں کو بھی ملحوظ رکھا جائے۔

طبی مسائل کے ضمن میں خاندانی منصوبہ بندی اور ضبطِ ولادت، ٹیسٹ ٹیوب بے بی، اعضاء کی پیوندکاری اور پلاسٹک سرجری جیسے موضوعات خصوصی توجہ کے مستحق ہیں۔ ان مسائل کا تعلق انسانی جان کے تحفظ، نسلِ انسانی کی بقا، نسب کی حفاظت، جسمانی صحت، انسانی وقار اور علاج معالجے کی حدود سے ہے۔ خاندانی منصوبہ بندی کے حوالے سے جائز اور ناجائز صورتوں کے درمیان فرق، مصنوعی تولیدی طریقوں میں شوہر اور بیوی کے تولیدی مادّوں کے استعمال کی شرعی حیثیت، اعضاء عطیہ کرنے اور منتقل کرنے کے احکام، نیز پلاسٹک سرجری کے علاجی اور محض تجمیلی مقاصد کا جائزہ اس تحقیق کے اہم پہلو ہوں گے۔ ان معاملات میں شرعی مقاصد، انسانی ضرورت، ضرر سے اجتناب اور اخلاقی ذمہ داریوں کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اسی طرح مالی مسائل کے تحت بینکوں کے قرضوں پر سود، کرنسی کے تبادلے، روایتی اور اسلامی انشورنس، لائف انشورنس اور پگڑی کے کاروبار کے شرعی احکام کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ جدید معاشی نظام میں ان معاملات کی وسعت کے باعث ان کی شرعی حیثیت کا تعین عام مسلمانوں، تاجروں اور مالیاتی اداروں کے لیے نہایت اہم ہے۔ اس ضمن میں ربا، غرر، باہمی رضامندی، عدل، امانت اور جائز تجارت سے متعلق قرآنی اصولوں کی روشنی میں مختلف مالی معاملات کا تجزیہ کیا گیا ہے، نیز ان کے بارے میں فقہی آرا اور اختلافی پہلوؤں کو بھی واضح کیا گیا ہے۔

خاندانی منصوبہ بندی اور ضبطِ ولادت

خاندانی منصوبہ بندی ایک منظم اور ذمہ دارانہ طرزِ عمل ہے جس کا مقصد خاندان کی مجموعی فلاح و بہبود ہے۔ موثر منصوبہ بندی سے نہ صرف گھریلو وسائل کا بہتر استعمال ممکن ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ ۚ وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ ۚ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾[1]

ترجمہ: تم فرماؤ! آو میں تمہیں پڑھ کر سناؤں جو تم پر تمھارے رب نے حرام کیا وہ یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور مفلسی کے باعث اپنی اولاد قتل نہ کرو ہم تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیں گے اور ظاہری و باطنی بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ اور جس جان کو اللہ نے حرام کیا ہے اسے ناحق نہ مارو۔ تمہیں یہ حکم فرمایا ہے تاکہ تم سمجھو۔[2]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«عن أبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَزْلِ، فَقَالَ: لَا عَلَيْكُمْ، هُوَ الْجَدْرُ»[3]

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ سے عزل کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں کہ تم یہ کام نہ کرو یہ تو بس تقدیر کا معاملہ ہے۔

علامہ محمد طیب اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں غربت کے باعث خاندانی منصوبہ بندی جائز نہیں ہے۔ عرف عام میں لوگوں کے درمیان یہ بات بہت مشہور ہو گئی ہے کہ بچے کم پیدا کرو تاکہ آبادی بڑھنے پر کنٹرول ہو سکے۔ آبادی کے زیادہ ہونے پر رزق کا مسئلہ بن جائے گا۔ یہ باتیں دور جاہلیت کی غیر اسلامی افکار ہیں۔ اس فکر کے تحت خاندانی منصوبہ بندی کرنا حرام ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی صفت رزاقیت پر عدم توکل اور عدم ایمان کا اظہار آتا ہے۔ جس سے یہ چیز کفر تک انسان کو لے جاتی ہے۔ زمین پر جو بھی جانور ہیں ان کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ اللہ مخلوق کو رزق دینے والا ہے گوشت خور درندوں کو جنگلوں میں مچھلیوں کو سمندر میں چونٹیوں کو بلوں میں اور کیڑوں کو پتھروں کے نیچے بھی رزق دیتا ہے۔ انسان جو تمام مخلوق سے افضل ہے۔ اس کو کیسے بھوکا رکھ سکتا ہے۔ اسلیے ایمان مضبوط ہونا چاہیے رزق دینے والی ذات اللہ کی ہے۔ البتہ عورت کی صحت کے پیش نظر خاندانی منصوبہ بندی کی کسی صورت کو اپنانا کچھ حد تک جائز بھی ہے اگر عورت کی صحت اچھی نہ ہو یا بچے آپریشن سے پیدا ہوتے ہوں اور ڈر ہو کہ مزید بچے کا جنم دینے سے عورت کی زندگی خطرے سے خالی نہیں ہے تو خاندانی منصوبہ اس صورت میں جائز ہے اسی طرح اگر یہ ڈر ہو کہ عورت کا حسن و جمال تیزی سے زائل ہو جائے گا اور شوہر کی رغبت کم ہو جائے گی تو ان بیماریوں سے بچنے کے لئے بھی خاندانی منصوبہ بندی کرنا جائز ہے۔ صحابہ کرام ایسی ہی ضرورتوں میں عزل کرتے تھے اور نبی کریم ﷺ کے سامنے عزل کا ذکر ہوتا تو آپ منع نہیں فرماتے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جس دور میں ہم عزل کرتے تھے تب قرآن اترتا تھا۔ اگر عزل ممنوع ہوتا تو

---

[1] القرآن الکریم: 6/ 151

[2] ازھری، جمال القرآن، القرآن: 6/ 151

[3] مسلم، صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب حکم العزل (لاہور، مکتبہ رحمانیہ 2005ء)، 553: 1، رقم 1438

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

قرآن اس سے منع کرتا۔ عزل کرنے اور جدید دور کے مانع حمل احتیاطی تدابیر میں کوئی فرق نہیں ہے دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے لہذا دونوں کا حکم بھی ایک ہے۔[4]

ضبط ولادت عام حالات میں اسلام میں پسندیدہ عمل نہیں کیونکہ شریعت انسانی نسل کے تسلسل اور زندگی کے احترام کو اہم قرار دیتی ہے تاہم بعض اوقات ایسی طبی وجویات پیش آتی ہیں جن میں عورت کی جان کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ الْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَہُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَۃَ﴾[5]

ترجمہ: اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں یہ اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہیں۔[6]

صاحب تفسیر اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ مائیں اپنے بچے کو حولین کاملین کے تحت دو سال دودھ پلائیں۔ اگر بچے کی ولادت کے بعد دو سال سے قبل ہی عورت کو دوسرا حمل ٹھہر جائے اور عورت کا دودھ خراب ہو جاتا ہے۔ اس کے پینے سے بچہ بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ تو ضروری ہے کہ ایک بچے کی ولادت کے بعد دو سال عورت خاندانی منصوبہ بندی کو اپنائے ورنہ اللہ کے ارشاد پر بھی عمل نہ ہو گا اور بچے کہ بہترین نشوونما بھی نہیں ہو گی اور بچہ صحت مند اور معاشرے کے لیے بھی مفید نہیں بن سکے گا۔ ان گنت بیماریوں کا شکار ہو جائے گا۔[7]

ٹیسٹ ٹیوب بے بی اور اعضاء کی پیوندکاری

جدید دور میں طبی سائنس نے تولیدی مسائل کے علاج میں نمایاں ترقی کی ہے۔ اسلام میں نسب کی حفاظت اوور نکاح کے دائرے کے اندر تولید کی سخت تاکید کی گی ہے۔ لہذا اگر یہ عمل شوہر اور بیوی کے مابین محدود رہے اور کسی غیر کے مادے یا رحم کا استعمال نہ ہو تو اس سے فائدہ اٹھانا جائز اور طبی لحاظ سے رحمت شمار ہوتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اللّٰہُ جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا وَّ جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ اَزْوَاجِکُمْ بَنِیْنَ وَ حَفَدَۃً وَّ رَزَقَکُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَتِ اللّٰہِ ہُمْ یَکْفُرُوْنَ﴾[8]

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے تمھاری جنس سے عورتیں بنائیں اور تمھارے لیے تمھاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے اور نواسے پیدا کیے اور تمھیں ستھری چیزوں سے روزی دی تو کیا جھوٹی بات پر یقین لاتے ہیں اور اللہ کے فضل سے منکر ہوتے ہو۔[9]

---

[4] علامہ، محمد طیب، برھان القرآن، 130: 3

[5] القرآن الکریم: 2/ 233

[6] ازھری، جمال القرآن، القرآن: 2/ 233

[7] علامہ، محمد طیب، برھان لقرآن، 502: 1

[8] القرآن الکریم: 16/ 72

[9] ازھری، جمال القرآن، القرآن: 16/ 76

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أَنْزَلَ اللَّهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً»[10]

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اللہ نے کوئی بیماری نازل نہیں فرمائی مگر اس کے لیے شفاء بھی نازل فرمائی ہے۔

علامہ محمد طیب اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے حصول کا جواز جائز ہے۔ آپ لکھتے ہیں **وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ** میں یہ بات بھی داخل ہے کہ اگر کسی مرد یا اس کی بیوی کے نظام تعلیم میں کوئی خرابی ہے تو مصنوعی عمل تولید کے ذریعے اولاد حاصل کر لی جائے۔ جسے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کہا جاتا ہے۔ اس میں شرعی قباحت نہیں ہے۔ اس کے ذریعے جو بچہ پیدا ہو گا وہ اپنے والدین کا وارث بھی ہو گا۔ لیکن اگر مرد کا مادہ منویہ نکال کر کسی اور عورت کے رحم میں ڈالا جائے جو اس کی بیوی نہیں تو یہ ناجائز عمل ہے یا کسی دوسرے مرد کا مادہ منویہ نکال کر اس کی بیوی کے رحم میں ڈالا جائے یہ بھی جائز نہیں ہے۔ ان صورتوں میں بچہ بھی ناجائز ہو گا اور شرعی وارث بھی نہیں ٹھہرے گا۔ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے جواز کے لیے فقہائے اسلام نے صراحت فرمائی ہے کہ اگر مرد کا مادہ منویہ کسی طریقے سے بیوی کے رحم میں چلا جائے خواہ مباشرت کے بغیر ہو تو یہ جائز ہے اور اس سے پیدا ہونے والا بچہ ثابت النسب ہے۔

امام ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں۔ یعنی بالتحقیق یہ بات کہی گئی ہے کہ عورت کو مباشرت کے بغیر بھی حمل ہو سکتا ہے مرد کا مادہ منویہ عورت کی شرم گاہ میں داخل کیا جائے خواہ عورت کے کسی فعل سے یا کسی اور طریقہ سے تو یہ جائز ہے۔ امام کمال الدین ابن ہمام حنفی فرماتے ہیں کہ ثبوت نسب کے لیے جماع ضروری نہیں کیونکہ کبھی ایسے بھی حمل ہو جاتا ہے کہ عورت کی فرج میں کسی طرح مادہ منویہ داخل کر دیا جائے۔ ان عبارات سے معلوم ہوا کہ مرد و عورت کی مباشرت کے علاوہ کسی اور طریقہ سے شوہر کا مادہ منویہ اس وقت کے رحم میں ڈال دیا جائے تو اس سے پیدا ہونے والا بچہ صحیح النسب ہے۔ اور یہی عمل ٹیسٹ ٹیوب بے بی میں ہوتا ہے۔[11]

اگر کسی شخص کے عضو کی پیوندکاری سے کسی دوسرے انسان کی جان بچائی جا سکتی ہو تو فقہائے اسلام نے اسے شرعی طور پر جائز قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾[12]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تم پر مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا حرام کیا ہے پھر جو مجبور ہو کہ نہ خواہش رکھتا ہو نہ حد سے بڑھے تو اس پر کوئی گناہ نہیں بے شک اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔[13]

---

[10] بخاری، صحیح بخاری، کتاب الطب، 484: 1،، رقم 5678

[11] علامہ، محمد طیب، برھان القرآن، 255: 4

[12] القرآن الکریم: 16 / 115

[13] ازھری، جمال القرآن، القرآن: 16/115

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«قال رسول الله ﷺ إِنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ الدَّاءَ وَالدَّوَاءَ، وَجَعَلَ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءً، فَتَدَاوَوْا»[14]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے بیماری اور دوا نازل کی ہے اور ہر بیماری کے لیے دوائی بنائی ہے۔ پس تم علاج کرو

علامہ محمد طیب اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انسان کی جان سب سے قیمتی اثاثہ ہے۔ انسانی جان بچانے کے لیے حرام غذا کا کھانا بھی حلال کیا گیا ہے۔ اسطرح دوائی کے طور پر جان کو بچانے کے لے حرام دوا کا کھانا بھی حلال ہے۔ جب جان کو بچانے کے لیے حرام دوا کو حلال ٹھہرایا ہے تو ایسی صورت میں کسی ماہر اور سپیشلسٹ ڈاکٹر اگر مریض کو خون کی بوتل لگوانا ضروری سمجھیں یا اس کے جسم میں گردے ناکارہ ہو جائیں اور اسے ایک نیا گردہ نہ دیا جائے تو اس کی جان نکلنے کا اندیشہ ہے تو زندگی جو قیمتی اثاثہ ہے اس کو بچانے کے لیے گردہ دیا جائے یا کوئی اور عضو دیا جائے تو استحسان کے طور پر ایسا کرنا جائز ہے۔ امام بدر الدین عینی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی اعتراض کرئے کہ حدیث میں آتا ہے حرام میں شفاء نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس صورت پر محمول ہے جب کوئی حلال دوا میسر ہو ایسے میں حرام دوا کا استعمال جائز نہ ہی اس میں شفاء جبکہ مجبوری میں وہ دوا حرام ہی نہیں جیسے مجبور شخص کے لیے مردار حرام رہتا ہی نہیں۔ اگر کوئی شخص بھوکا مر جائے اور مردار نہ کھائے تو وہ گناہ گار ہوا کیونکہ اس نے حلال سے اجتناب کیا ہے۔[15]

پلاسٹک سرجری کے شرعی پہلو

پلاسٹک سرجری جدید طبی سائنس کی ایک اہم شاخ ہے جس کا مقصد جسمانی نقص، حادثات یا پیدائشی خرابیوں کو درست کر کے انسان کی صحت اور ظاہری حالت کو بحال کرنا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَ حَفَدَةً وَّ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ﴾[16]

ترجمہ: اور بے شک ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہاری صورتیں بنائیں پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ ہوا[17]

---

[14] سنن، ابی دواد، کتاب الطب، باب فی الادویۃ 1508: 1، رقم 3874

[15] علامہ، محمد طیب، برھان القرآن، 287: 4

[16] القرآن الکریم: 16/ 72

[17] ازھری، جمال القرآن، القرآن: 7/ 11

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَعَنَ اللَّهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِخَلْقِ اللَّهِ»[18]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ چہرہ گودنے اور گودوانے والی آبرو باریک کرنے والی اور حسن کے لیے اپنے دانتوں کو باریک کرنے والی عورتوں پر لعنت فرماتا ہے

علامہ محمد طیب اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ آج کے جدید دور میں اہل مغرب خوبصورتی کو بڑھانے کی خاطر طرح طرح کے طریقے اپناتے ہیں۔ چہرے کی سرجری کرواتے ہیں۔ چہرہ کو بدلنے کی انتھک کوششیں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی شکلوں کو بگاڑنا حرام ہے۔ حدیث مبارکہ میں آتا ہے چہرے کو بدلنے والی عورتوں پر لعنت کی گئی ہے۔ جو ابرو کو باریک کرواتی ہیں اور دانتوں کو رگڑواتی ہیں اور بالوں کے ساتھ مصنوعی بال باندھواتی ہیں۔[19]

بینکوں کے قرضوں پر سود اور کرنسی کے تبادلے کے مسائل

اسلامی معاشی نظام میں سود کو سختی سے ممنوع قرار دیا گیا ہے، کیونکہ یہ ظلم، استحصال اور معاشی ناہمواری کو جنم دیتا ہے۔ موجودہ دور میں اگرچہ بینکنگ نظام زیادہ تر سودی بنیادوں پر قائم ہے مگر اسلام ایسے قرضوں کو ناپسند کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰٓوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾[20]

ترجمہ: اے ایمان والو سود نہ کھاؤ چند در چند اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم کامیابی ہو۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«عن جَابِرٍ قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ الْعَابِدَ، وَمُوكِلَهُ، وَمُكَاتِبَهُ، وَشَاهِدَهُ، وَقَالَ: سَوَاءٌ.»[21]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے سود کھانے والے، سود دینے والے، سود لکھنے والے اور اس پر گواہی دینے والوں پر لعنت فرمائی۔

علامہ محمد طیب اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ جنگ احد میں کفار نے سود کی کمائی سے تیاری کی تھی۔ غزوہ بدر میں قریش کا تجارتی قافلہ جو مسلمانوں کی پکڑ سے بچ کر مکہ پہنچ گیا تھا اس کا سارا نفع بھی سود پر مشتمل تھا۔ حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ ایک مدت تک دوسروں کو اُدھار دیتے جب وہ اس مدت تک ادھار واپس نہ دے سکتے تو ان کی مدت بڑھا دی جاتی اور اُدھار میں بھی اضافہ کر دیا جاتا تھا۔ دارالحرب میں بعض فقہاء کے نزدیک کافر اور مسلمان کے درمیان سود کو حلال جانتے ہیں۔ بیہقی شریف کی کتاب المعرفہ حضرت مکحول سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا اہل حرب اور اہل اسلام کے درمیان کوئی سود نہیں ہے امام شافعی نے فرمایا دارالسلام کے الفاظ درست نہیں ہیں۔ یہ استدلال کے لحاظ سے ضعیف ہے حضرت مکحول سے مروی یہ روایت مجہول ہے تو ایسی مجہول روایت کی بنیاد پر حرمت سود پر وارد

---

[18] بخاری، صحیح بخاری، کتاب اللباس والزینۃ، 505: 1، رقم 5948

[19] علامہ محمد طیب، برھان القرآن، 152: 3

[20] القرآن الکریم: 3/ 130

[21] مسلم، صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب الربا (لاہور، مکتبہ رحمانیہ) 27: 2، رقم 1598

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

قرآن اور حدیث کی نصوص قطعیہ کو غیر حرب سے خاص کرنا جائز نہیں ہے۔ دارالحرب میں سود کی حلت پر کوئی ٹھوس دلیل موجود نہیں ہے۔ اور فقہاء ثلاثہ اور فقہاء احناف میں سے امام قاضی ابو یوسف دارالحرب میں سود کو حلال نہیں مانتے تو یہی صحیح ہے کہ انہی کے قول پر گروہ دیا جائے۔

علامہ محمد طیب لکھتے ہیں کہ برطانیہ اور دیگر یورپین ممالک میں ایک مسئلہ یہ ہے کہ پراپرٹی کی قیمت بہت زیادہ ہے پاکستانی حساب سے دو مرلے کا بھی ڈیڈھ یا دو کروڑ روپے سے کم نہیں مل سکتا۔ اس لیے وہاں کوئی آدمی نقد پر مکان نہیں خرید سکتا ہے۔ ضرور اس کو بامر مجبوری قرض لینا پڑتا ہے اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے اب سر چھپانے کے لیے مکان تو ہر انسان کی بنیادی ضرورت ہے تو بنک سے قرضہ لینا جائز ہے جو سود پر ملتا ہے یہ ایک شرعی مجبوری ہے۔ شریعت اسلامیہ میں ضرورتیں اور مجبوریاں ممنوع چیزوں کو جائز کر دیتی ہیں۔[22]

اسلامی شریعت نے مالی معاملات میں عدل وانصاف اور دیانت داری کو بنیادی اصول قرار دیا ہے۔ خرید و فروخت کے تمام معاملات میں فریقین کی رضا مندی اور مال کی حقیقی قدر کا لحاظ ضروری ہے۔ کرنسی نوٹ چونکہ آج کے دور میں ثمن کی حثیت رکھتے ہیں۔ اس لئے ان کا لین دین سونا، چاندی یا اشرفیوں کے لین دین کے حکم میں داخل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾[23]

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جو سود رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم مومن ہو

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ، مِثْلًا بِمِثْلٍ، يَدًا بِيَدٍ، فَمَنْ زَادَ»[24]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا سونا سونے کے بدلے اور چاندی چاندی کے بدلے برابر برابر ہاتھوں ہاتھ ہونا چاہیے جو زیادہ لے یا زیادہ دے وہ سود ہے

علامہ محمد طیب لکھتے ہیں کہ اکثر لوگ دھوکے میں پڑ گئے ہیں جب ان سے اس کے متعلق سوال کیا جائے تو کہتے ہیں احناف کے نزدیک ناپ تول میں کو چیز نہیں آتی ہے اس کو کم و بیش کر دینا یہ جائز ہے۔ مثلاً ایک کار کے بدلے میں دو کاریں یا ایک مکان کے بدلے میں دو مکان وغیرہ تو کرنسی نوٹوں میں کمی بیشی سے خرید و فروخت کرنا کیوں جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ نوٹ بھی ناپ تول میں آنے والی چیز نہیں ہے۔ لہذا ایک سو نوٹ کے بدلے میں دو سو کا نوٹ لینا جائز ہے۔ مگر یہ استدلال قطعہ غلط ہے۔ اسطرح سود کا دروازے کھل جاتا ہے۔ کرنسی نوٹ ایک نقدی ہے یعنی اشیاء کی خرید و فروخت میں تبادلہ کا ایک ذریعہ اور مادی میں کمی بیشی متعلقات حرام ہے۔

---

[22] طیب، برھان القرآن، 591: 1

[23] القرآن الکریم: 2 / 278

[24] مسلم، صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب الصرف وبیع الذھب بالورق (بیروت، دارالسلام)، 169: 1، رقم 3503

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لا ا تَبِيعُوا الدِّينَارَ بِالدِّينَارِ وَلَا الدِّرْهَمَ بِالدِّرْهَمَيْنِ»[25]

ترجمہ: یعنی ایک دینار کو دو دیناروں سے اور ایک درھم کو دو درھموں سے مت بیچو۔

اب درھم و دینار کیل و وزن میں نہیں لائے جاتے بلکہ گننے میں لائے جاتے ہیں اس کے باوجود ان میں تفاضل حرام ہے یہی حال کرنسی نوٹوں کا ہے۔ دوسری بات یہ کہ نوٹ بظاہر صرف کاغذ کا ٹکڑا ہے مگر اصل میں یہ کسی ملک میں موجود سونے چاندی کے ذخائر کی رسید ہے۔ اسی لیے اگر نوٹ پرانا ہو جائے تو اسے بینک سے تبدیل کروایا جاسکتا ہے۔ اگر یہ بذات خود مال ہوتا تو اسے بدلہ نہ جاسکتا۔ اس کا بدلہ جانا اس کے رسید ہونے کی دلیل ہے۔ لہذا نوٹ اصل میں سونا یا چاندی ہے اور سونے چاندی کی طرح اس میں بھی تفاضل حرام ہے۔ بینکوں سے انعامی بانڈز چھاپے جاتے ہیں۔ ان کی قیمت دس ہزار سے بھی زائد ہوتی ہے۔ یہ بھی ایک طرح کے کرنسی نوٹ ہوتے ہیں ان نوٹوں پر مخصوص نمبر ہوتے ہیں آپ نے جتنے انعامی بانڈز خریدے ہیں آپ کو اتنی ہی رقم مل جاتی ہے۔

بعض بینک اس سے پہلے کچھ رقم کاٹ لیتے تھے جو ناجائز تھا۔ مگر اب کچھ بھی نہیں کاٹا جاتا ہے۔ جب چاہو پوری کی پوری قیمت لے لو۔ ہر مہینے یہاں بانڈز کے نمبروں میں قرعہ اندازی ہوتی ہے۔ اور اس دوران جو نمبر نکلتا ہے ان کے حاملین کو بینک کی طرف سے کچھ اضافی رقم دی جاتی ہے اس سے بنک والوں کو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہ اکٹھی رقم کاروبار میں لگا دیتے ہیں اور اس سے لاکھوں روپے کماتے ہیں اور کچھ ایک رقم وہ بذریعہ قرعہ ان لوگوں کو دیتے ہیں جنہوں نے بانڈز خریدے تھے۔ جمہور علماء نے انعامی بانڈز کی خرید و فروخت حرام قرار دی ہے اور ان پر ملنے والی اضافی رقم کو بذریعہ قرعہ اندازی ملتی ہے جو سود کی ایک قسم سمجھتے ہیں۔ حالانکہ سود کی دو قسمیں ہیں ربا الفضل اور ربا النسیئۃ میں یہ طے ہوتا ہے مقروض جتنا عرصہ قرض نہیں لوٹائے گا اس پر اضافی پڑتا رہے گا۔ جبکہ انعامی بانڈز یا خریدار بینک سے ہرگز یہ طے نہیں کرتا کہ میں جب یہ بانڈز واپس بیچوں گا تو اس پہ اتنا اضافہ ضرور لوں گا۔ نہ ہی بینک یہ مقرر کرتا ہے کہ ہم اتنے عرصے کے بعد اتنا اضافہ ضرور دیں گے البتہ کچھ ایک خریداروں کی بطور انعام کچھ اضافی رقم دے دیتے ہیں۔

حضرت زید بن سعنیہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ادھار پر کچھ کھجوریں لیں جب وہ رقم لینے آئے تو آپ نے انہیں طے شدہ رقم سے زیادہ عطا فرمایا تو وہ آپ کے حسن اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام لے آئے پہلے وہ یہودی تھے بے شک اگر بعض خریداروں کو بطور انعام کے اضافی رقم دیتے ہیں تو یہ احسان میں داخل ہے جو عدل سے ایک درجہ بلند ہے۔ عدل یہ ہے کہ جس سے جتنا لیا جائے اتنا ہی اس کو واپس کیا جائے۔ احسان یہ ہے کہ جتنا لیا جائے اس کو پھر اپنی طرف سے اس سے زائد لوٹایا جائے۔[26] ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ﴾[27]

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کا حکم فرماتا ہے

---

[25] مسلم بن حجاج، مسلم، صحیح مسلم، باب البیوع (ریاض، دار السلام، 1999ء)، 880: 1 رقم 2950

[26] علامہ، محمد طیب، برھان القرآن، 592: 1

[27] القرآن الکریم: 16/ 90

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

عدل تو ہر کسی پر اللہ کی طرف سے لازم ہے اور احسان یہ ہی کہ بندہ اپنی طرف سے کسی کو اس کے حق سے زیادہ عطا فرمائے۔ مزدور کو اس کی پوری مزدوری دینا عدل ہے لیکن اس سے زائد دینا یہ احسان ہے۔ اسی طرح قرض خواہ کو اس کا پورا قرضہ لوٹانا عدل ہے اور بغیر پیشگی مقرر کیے بغیر بطور انعام کے دینا یہ احسان ہے کی ایک احادیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرض یا ادھار لیا مگر جب واپس کیا تو بطور انعام حق سے زیادہ دے دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی کریم ﷺ نے قرض لیا وہ فرماتے ہیں کہ:

«كان لي عليه دَيْنٌ، فَقَضَانِي وَزَادَنِي»[28]

ترجمہ: یہ میرا قرض تھا وہ آپ نے مجھے دے دیا اور اس سے زیادہ عطا فرمایا۔

انشورنس، لائف انشورنس اور پگڑی کے کاروبار کے احکام

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ انشورنس کمپنی اپنے ہاں جمع شدہ رقم کا صرف نصف یا اس سے کم لوگوں کو لوٹاتی ہیں باقی خود کھا جاتی ہیں تو یہ بے دلیل بات ہے کمپنیاں سننے میں آتا کہ جو کمپنیاں نقصانات کو پورا نہیں کر سکتی ہیں انہوں نے یہ کام ہی بند کر دیا ہے حقیقت یہ ہے کہ تمام دیگر کاروباروں کی طرح انشورنس میں بھی اتار چڑھاؤ آتا رہتا ہے۔ اگر نقصانات کے دعوی جات بھر گئے تو کمپنی کو نقصان ہو گیا اگر دعویٰ جات کم ہوئے تو کمپنی کو نفع ہو گیا۔ اور یہ بات جو مشہور ہے کہ کمپنیاں جمع شدہ رقوم سے سودی کاروبار چلاتی ہیں تو یہ بھی بے دلیل دعویٰ بات ہے۔ اگر ایک مالدار شخص مختلف تجارتوں سے پیسہ کما کر اس کا کچھ حصہ سود پر لگاتا ہے۔ تو کیا اس کے ساتھ کسی قسم کی تجارت اور خرید و فروخت سب مسلمانوں پر حرام ہے۔ پھر جو یہ کہا گیا ہے کہ انشورنس کروانے والا شخص بسا اوقات تھوڑی رقم دیتا ہے اور بدلے میں بہت سی رقم لیتا ہے لہذا یہ سود ہے تو یہ بھی غلط بات ہے۔ کیونکی انشورنس والے پالیسی ہولڈر کو نقد کچھ نہیں دیتے صرف اس کا نقصان ہی پورا کرتے ہیں۔ اور نقد بھی بس اتنا ہی دیتے ہیں جس سے وہ اپنی املاک کا نقصان پورا کر لے تو اس میں صرف نقصان ہی پورا ہوا ہے۔ انشورنس سود کی دونوں قسموں میں سے نہیں آتی ہے۔ انشورنس دور حاضر کی ایک ضرورت بن گئی ہے۔ جس کے بغیر چلنا مشکل تر ہوتا جا رہا ہے۔ علماء محققین کو چاہیے کہ وسعت نظری کے ساتھ اس جیسے جدید مسائل میں امت کے اجتماعی مفادات کو مد نظر رکھ کر ان کا شرعی حل ڈھونڈیں شریعت کے دائرے میں رہ کر جدید مسائل میں امت کیے جو آسانی پیدا ہو سکتی ہے ضرور پیدا کریں۔[29]

لائف انشورنس یہ ہے کہ ایک آدمی کسی انشورنس کمپنی سے مثلاً بیس لاکھ روپے کی پالیسی لیتا ہے وہ ہر سال ان کو ایک لاکھ روپے کی پالیسی دیتا رہے گا یوں وہ ان کو بیس سالوں میں بیس لاکھ دے گا اگر اس دوران اس کی موت ہو جاتی ہے تو بیمہ کمپنی اس آدمی کے نامزد آدمی کو بیس لاکھ روپیہ دے دے گی خواہ اس نے ابھی ایک لاکھ ہی کمپنی کو دیا ہے یعنی اس کی باقی اقساط معاف ہو گے یہیں۔ اگر اس دوران اس کی موت واقع نہ ہوئی ہو تو یہ مکمل بیس لاکھ روپیہ واپس دے گا اور ساتھ ایک مقرر شدہ اضافی رقم بھی ملے گا۔ اس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اگر بیمہ کروانے والا چند اقساط دینے کے بعد عاجز آ گیا تو بیمہ کمپنی اس کے وہ پیسے ضبط کر لے گی اور کچھ بھی واپس اس کو نہیں ملے گا اس نظام کے اکثر پہلو شریعت کے متصادم ہیں اور ان میں سود پایا جاتا ہے۔ یعنی ایک آدمی نے بیمہ کروایا تھا ابھی ایک ہی قسط دی تھی اور اس کی موت واقع ہو گئی تو اس کے نامزد بیوی کا بیٹے کو وہ ساری رقم ملے گی ایک قسط کے عوض بیس لاکھ تو یہ صریح طور پر سود ہے۔ اس بیمہ پالیسی میں حفاظت کا کوئی ایسا معنی نہیں جو

---

[28] بخاری، صحیح بخاری، کتاب صلاۃ، 38: 1 رقم 443

[29] علامہ، محمد طیب، برہان القرآن 302 :2

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

املاک کی انشورنس میں تھا۔ اسلیے اس کو حرام کہے بغیر اور کوئی چارہ کار نہیں ہے اس کے علاوہ کھاتہ داروں کا چند اقساط دینے کے بعد عاجز آجانے سے بیمہ پالیسی میں دی ہوئی اقساط کو ضبط کر لیتی ہیں یہ بھی ایک ظلم اور ناانصافی ہے۔ اسی طرح پالیسی مکمل ہونے کے بعد جو اضافی رقم دیتے ہیں وہ صریح طور پر سود کے اندر آتی ہے۔ اسی طرح کھاتہ دار شخص کے مرنے کے بعد اس کی رقوم کو صرف کسی ایک نامزد آدمی کو دینا بھی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ مرنے والے کے بعد اس کا جو مال وصول ہوا وہ اس کے ترکے میں شامل ہے جو اس کے تمام ورثاء کا حق ہے۔ وہ کسی ایک وارث کو دینا یہ بھی جائز نہیں ہے۔ ہندوستان کے موجودہ حالات میں جبکہ مسلمانوں کی جان ومال صنعت وتجارت وغیرہ کو فسادات کی وجہ سے ہر آن شدید خطرہ لاحق رہتا ہے۔ اس کے پیش نظر کہ مجبوریاں ممنوع چیزوں کو جائز کر دیتی ہیں۔ ہندوستان کے موجودگی حالات کے پیش نظر جان ومال کا بیمہ کرانے کی شرعاً اجازت ہے۔ انڈیا کے علماء نے یہ فیصلہ کر دیا ہے تو پاکستان کے علماء کو بھی چاہیے کہ لوگوں کی مجبوریوں کو سمجھ کر ان کا حل نکالنا چاہیے ورنہ ایک وقت آئے گا کہ حالات اپنا راستہ خود بنالیں گے اور علماء کا فتویٰ دینا پڑے گا جو لوگ لائف انشورنس کو جوا کہتے ہیں وہ بھی حقیقت پسندی سے کام نہیں لیتے ہیں بلکہ جذباتی انداز فکر رکھتے ہیں۔

قمار کی تعریف میں یہ بات ضروری ہے کہ دونوں فریقین میں سے ایک فریق کو نفع اور دوسرے کو نقصان لازم آتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم نہیں کہ نفع کس فریق ہوگا اور نقصان کس فریق کو ہوگا۔ لائف انشورنس کرنے والا یہ بات جانتا ہے کہ اسے یہ رقم ملے لائف انشورنس کا مکمل طریقہ کار ہی قمار سے جداگانہ ہے۔ اس کا اس سے کوئی نواز ہی نہیں ہے۔ لائف انشورنس میں یہ ہونا بھی ضروری ہے کہ لائف انشورنس کو ساری رقم نہ دے دی جائے۔ ان دلائل سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ لائف انشورنس عمومی حالات میں نہیں ہے بلکہ خصوصی حالات میں ہے۔ جب کسی علاقے میں جان ومال کا تحفظ نہ ہو اور پالیسی ہولڈر اس حالت میں مرئے کہ اپنے پیچھے کوئی مستقل ذریعہ آمدن نہ چھوڑے گویا یہ غریب اور نا مساعد حالات سے دوچار ممالک کے ان غریب عوام کے لیے ہے جو اپنے پیچھے اپنی نابالغ اولاد کے لیے کوئی مستقل ذریعہ آمدن نہیں چھوڑ کر جاتے اور ان کے مرنے کے بعد ان کی اولاد کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔ مگر جو لوگ اپنی اولاد کے لیے جائیدادیں کاروبار اور پیسے چھوڑ کر مرتے ہیں ان لوگوں کے لیے لائف انشورنس کا کوئی شرعی جواز نہیں ہے۔ جبکہ املاک کی انشورنس کا معاملہ اس سے مختلف ہے اس میں امیر غریب کا کوئی فرق نہیں ہے بلکہ وہ سال کی حفاظت کا ایک ذریعہ ہے جس کی ضرورت سب کو ہے۔ علامہ محمد طیب آخر میں لکھتے ہیں کہ املاک کی انشورنس اور لائف انشورنس کے بارے میں یہ ہماری ایک رائے ہے فتویٰ نہیں ہے۔[30]

اسلامی شریعت میں جائیداد، دوکان یا مکان کے کرایہ وخرید وفروخت کے معاملات میں انصاف اور رضامندی ضروری ہے۔ موجودہ دور میں جائیداد کے کرایے پر دینے کے ساتھ پگڑی کا نظام رائج ہے جس میں کرایہ دار ایک بڑی پیشگی ادا کرتا ہے اس کو پگڑی کہتے ہیں۔

[30] علامہ، محمد طیب، برھان القرآن 300 :2تا306

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۰ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا﴾[31]

ترجمہ: اے ایمان والو باطل طریقے سے آپس میں ایک دوسرے کے مال نہ کھاؤ البتہ یہ کہ تمھاری باہمی رضامندی سے تجارت ہو اور اپنی جانوں کو قتل نہ کروگے بے شک اللہ تم پر مہربان ہے[32]

علامہ محمد طیب اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نئے کاروباری طریقوں پر ہمیں غور کرنا ہو گا جیسے پگڑی اور بیمہ انشورنس وغیرہ کہ ان کا شریعت میں کیا حکم ہے۔ پگڑی کی شریعت میں کچھ ناجائز صورتیں ہیں اور کچھ جائز صورتیں ہیں۔ پگڑی کی جو جائز صورت ہے وہ یہ کہ ایک آدمی اپنی دوکان یا مکان کو کرائے پر دیتا ہے اور اس کو ایک بڑی رقم کی ضرورت ہے تو کرائے دار سے پیشگی ہی وہ رقم لے لیتا ہے اور مکان یا دوکان کو کرائے پر دے دیتا ہے کہ ہر سال ایک لاکھ کے حساب سے وصول ہو گا تو یہ طریقہ جائز ہے۔ اب مالک کرائے دار کو نکال نہیں سکتا ہے جب تک وہ رقم پوری وصول نہ کر سکے یا اس سے یہ طے کر لینا چاہیئے کہ اگر اس دورانیہ میں مالک کا اگر دوکان یا مکان کے استعمال کی ضرورت پڑ جائے تو وہ باقی ماندہ مدت کا کرایہ واپس کرے گا اور اس کرایہ دار کو وہاں سے نکلنے سے جو نقصان اور صدمہ اٹھانا پڑا اس کے عوض بھی دے گا جو پہلے سے طے کر لیا جائے۔ اسطرح اگر کرایہ دار کو اس مدت کے دوران کسی مجبوری کی بناء پر خود نکلنا پڑا تو مالک کو اپنا مکان یا دوکان نئے کرایہ دار کو دینے کے لیے جو اخراجات کرنا پڑیں گے اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا تو اس کا عوضانہ کتنا ہو گا یہ چیز وہ دونوں باہمی رضامندی سے طے کر کے گواہوں کی صورت میں تحریر کریں گے۔

پگڑی کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ کرایہ دار سے بطور زر ضمانت وصول کر لیا جائے کہ اگر اس کو دوران تجارت نقصان ہوا تو اس ماہ کا کرایہ نہ دیا تو زر ضمانت سے کاٹا جائے گا۔ کرایہ دار کی مدت مقرر ہو کہ کتنے سالوں یا مہینوں کے لیے ہے جب کرایہ دار مکان یا دوکان چھوڑے گا تو اسے اس کا زر ضمانت واپس کر دیا جائے گا۔ یہ طریقہ بھی پگڑی کا جائز ہے۔ پگڑی کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ مالک دوکان یا مکان کے کرایہ دار سے ایک بڑی قیمت پیشگی لے لیتا ہے جو ناقابل واپسی ہے اس سے مالک کرایہ دار کو نکالنے کا اختیار اس کو نہیں ہو گا البتہ اس سے ماہانہ کرایہ وصول کرتا رہے گا۔ مالک نے ایک بڑی رقم پیشگی وصول کر لی ہے اس لیے وہ کبھی بھی اس کو نہیں نکالے گا اس کو بہت سے علماء کرام جائز قرار دیتے ہیں کیونکہ مالک مکان یا دوکان نے ناقابل واپسی رقم لیکر کرایہ دار کو کچھ دیا نہیں ہے۔ اور یہ طریقہ جھگڑوں کو جنم دیتا ہے۔ اس طرح کرایہ دار دوسرے لفظوں میں خود کو پراپرٹی کا مالک سمجھ لیتا ہے کہ اس سے کئی جھگڑے جنم لیتے ہیں مگر بعض علماء نے اس کو جائز قرار دیا ہے کیونکہ کرایہ دار نے ایک بڑی رقم دے کر اپنے لیے ذہنی سکون خریدا ہے۔ اور جب مالک مکان یا دوکان والا پگڑی وصول کر لیتا ہے تو پھر وہ کرایہ دوار کو نکالنے سے معزور ہوتا ہے۔ یہ طریقہ جائز ہے اس شرط کے ساتھ کہ مالک نے اپنی پراپرٹی کو خالی کرانے کا حق کرایہ دار کے ہاتھ پر فروخت کر دیا ہے تو اسمیں کوئی حرج نہیں ہے لیکن جھگڑوں کے سدباب کے لیے ایک تحریر معاہدہ کر لینا ضروری ہے اس کی تحریر یوں ہونی چاہیے کہ جب مالک مکان یا دوکان کو واپس لے ضرورت کی بناء پر تو وہ پگڑی کی رقم واپس کرنے کے ساتھ ساتھ کرایہ دار کو جو ذہنی صدمہ اور نقصان ہوا اس کے عوض اس

---

[31] القرآن الکریم، 4/ 29

[32] ازھری، جمال القرآن، القرآن: 4/ 29

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

کو مزید رقم بھی دے گا اور وہ رقم باہمی رضامندی سے پہلے لکھ دی جائے کیونکہ انسان کو اپنی رہائش یا تجارت کی منتقلی پر ہزاروں پریشانیاں لاحق ہوتی ہیں۔ تو اس کا مداوا بھی ہونا چاہیے۔ یہ بات بھی تحریر کے اندر لکھی ہونی چاہیے کہ مالک اگر دوکان یا مکان کسی اور کو آگئے کرایے پر نہ دے سکے گا۔

اسطرح یہ باتیں پہلے سے طے ہو جائیں تو پگڑی بھی کاروبار کے سر پر باندھی جاسکتی ہے۔ انڈیا میں 8 دسمبر 1989ھ کو جامعہ ہمدرد نیو دہلی میں مختلف ممالک کے علماء پر مشتمل ایک فقہی سیمینار منعقد ہوا جو چار دن تک جاری رہا جس میں جدید مسائل پر غور کیا ان میں پگڑی کی مروجہ صورتوں پہ بھی جو فیصلہ کیا گیا وہ یہ تھا۔ اگر کوئی مالک مکان یا دوکان کرائے پر دے اور مالک مروجہ پگڑی کے نام پر اصل کرایہ کے علاوہ نقد رقم کرایہ دار سے وصول کرلے تو سمجھا جائے گا کہ مالک مکان نے بحیثیت مالک اپنے مکان یا دوکان کو کرایہ دار سے واپس لینے کے حق سے دست برادری کا عوض وصول کرلیا ہے۔ یہ رقم اس کیلئے اس حق سے عوض ہونے کی بنیاد پر جائز ہوگی اب اگر مالک کرایہ دار سے مکان یا دوکان واپس لینا چاہے تو کرایہ دار کو اس کا حق ہوگا کہ وہ مکان خالی کرنے کے عوض جس پر ہر دو فریق راضی ہو جائیں مالک سے وصول کرکے اس صورت میں کرایہ دار کے حق میں باہمی طے شدہ رقم کے عوض اپنے اس حق سے جو اس نے مالک سے عوض دے کر خریدا تھا دست بردار ہو سکتا ہے۔ یہ دور جدید کی ایجاد ہے۔ آج دنیا کا اکثر کاروبار یا تجارتی نظام انشورنس کے سہارے چل رہا ہے۔[33] ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَاۡکُلُوۡۤا اَمۡوَالَکُمۡ بَیۡنَکُمۡ بِالۡبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنۡ تَکُوۡنَ تِجَارَۃً عَنۡ تَرَاضٍ مِّنۡکُمۡ﴾[34]

ترجمہ: اے ایمان والوں نہ کھاو اپنے مال باطل طریقے سے مگر تجارت میں باہمی رضامندی کے ساتھ

علامہ محمد طیب اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں لوگوں کو اپنی املاک گاڑیاں زیورات اور دیگر سال کی چوری اور آتش زدگی کے خطرات لاحق ہوتے رہتے ہیں۔ اگر اس قسم کی صورتحال کسی کے ساتھ پیش آجائے تو وہ اپنی ساری زندگی کی جمع پونجی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ اور کروڑوں کے نقصانات پروگوں کا محتاج بن جاتا ہے۔ اس طرح کبھی کبھار بجلی کی تاریں آپس میں ٹکرا کر پورے مکان، پلازوں اور گوداموں کو جلا دیتی ہے۔ جن سے مالکوں کو بھری بھارت نقصان ہوتا ہے کرسکتے ہیں۔ ایک کمپنی سے ہزاروں لوگ وابستہ ہیں جو اسے اپنی املاک کے تحفظ کے لیے ۔ مقرر سالانہ رقوم دیتے رہتے ہیں۔ اسطرح انشورنس کمپنی کے پاس لاکھوں کروڑوں کا سرمایہ جمع ہو سکتا ہے۔ اب اگر کسی شخص کا نقصان ہو جاتا ہے تو کمپنی سارا نقصان پورا کر دیتی ہیں جو اس آدمی کی زندگی کا پہیہ چلنا شروع ہو جاتا ہے۔ اگر مالک نے اپنی دوکان یا املاک کی انشورنس نہ کروایا ہوتا تو ممکن تھا یہ حادثہ اس کی زندگی کی جمع کردہ پونجی کو تباہ و برباد کرکے رکھ دیتا۔ اور یہ حادثہ اس کے لیے جان لیوا ثابت ہوتا۔ اگر کمپنی کے کھاتہ دار لوگوں کا نقصان نہ ہوتا وہ جو سالوں سے رقم جمع کروا رہے ہیں وہ اسے واپس نہیں لے گئی۔

املاک کی انشورنس کے حوالے سے علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ کچھ علماء اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ انشورنس کمپنیاں لوگوں سے کروڑوں اربوں کی رقم جمع کرتی ہیں اور اس کا 40 فیصد لوگوں کو واپس نہیں کرتی ہیں اور ساری رقم کھا جاتی ہیں۔ ان رقوم کو وہ سودی کاروبار میں بھی لگاتے ہیں۔ اور سود کو فروغ دیتے ہیں علماء کے نزدیک یہ ناجائز ہے۔ ایک آدمی نے انشورنس کمپنی کو ایک سال اپنایا اور اپنی کار کو

---

[33] علامہ، محمد طیب، برھان القرآن، 399: 2

[34] القرآن الکریم: 4/ 29

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

انشورڈ کرواڈالا رقم دے دیدی۔ جو دس ہزار تھی پھر اسی سال نقصان ہو گیا تو کمپنی فوری مالیت ادا کر دیتی ہے جو دس لاکھ تھی تو دس لاکھ دے کر باقی سارا سود کے زمرے میں آتا ہے۔

علماء کے دوسرے گروہ اس کو جائز قرار دیتے ہیں انشورنس سے انسان اپنی املاک کے تحفظ کے بارے میں ذہنی سکون خرید تا ہے۔ اگر اس کا نقصان ہوا تو کمپنی اس کو پورا کرتی ہے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ جیسے آپ اپنی دوکان یا دیگر املاک کی حفاظت کے لیے کسی حفاظتی کمپنی کی خدمات حاصل کرتے ہیں۔ تو دوکان میں پہرادار بیٹھائے ہوتے ہیں اس کے عوض وہ آپ سے رقم وصول نہیں کرتے ہیں۔ اور ان کو خوشی خوشی وہ رقم دے دی جاتی ہے اس سے مالک سمجھتے ہیں کہ املاک کی حفاظت ہو گئی ہے۔ اور ممکنہ نقصان سے بچ گے ہیں حالانکہ نقصان کا اندیشہ ابھی بھی ہے۔ کونکہ ہزار حفاظتی انتظامات کے باوجود چوری واتشزدگی کی صورت میں آپ سے اپنے نقصان کا عوض ضرور لے گا تو اسمیں ذہنی سکون زیادہ ہے تو جیسے حفاظتی کمپنی افراد کی خدمات لے سکتی ہیں یونہی انشورنس کمپنی کی خدمات بھی لی سکتی ہیں۔[35]

نتائجِ تحقیق

اس تحقیقی مطالعے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اسلام انسانی زندگی کے تمام شعبوں، بشمول جدید طبی تحقیقات اور مالی معاملات، میں بنیادی اصولوں اور اخلاقی رہنمائی کا جامع نظام فراہم کرتا ہے۔ قرآن مجید کی تعلیمات اور برھان القرآن کی روشنی میں معاصر مسائل کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ جدید مسائل کے شرعی احکام متعین کرنے کے لیے قرآنی نصوص، سنت نبوی، مقاصدِ شریعت اور معتبر فقہی اصولوں کو یکجا مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ طبی مسائل کے مطالعے سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی، ضبطِ ولادت، ٹیسٹ ٹیوب بے بی، اعضاء کی پیوندکاری اور پلاسٹک سرجری کے احکام کا تعین ان کے مقاصد، طریقۂ کار اور ممکنہ نتائج کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ علاج، انسانی جان کے تحفظ اور جسمانی نقص کی اصلاح جیسے مقاصد کو شرعی اصولوں کے مطابق اہمیت حاصل ہے، جبکہ نسب کی حفاظت، انسانی وقار اور غیر ضروری جسمانی مداخلت سے اجتناب بھی بنیادی تقاضے ہیں۔ مالی مسائل کے تجزیے سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام تجارت، باہمی رضامندی، عدل اور معاشی معاملات میں شفافیت کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، جبکہ سود، دھوکا دہی اور ناجائز مالی استحصال سے روکتا ہے۔ بینکوں کے قرضوں پر سود، کرنسی کے تبادلے، انشورنس، لائف انشورنس اور پگڑی کے کاروبار کے احکام میں معاملے کی حقیقی نوعیت اور شرائط کا جائزہ ضروری ہے۔ ان مسائل میں بعض صورتیں فقہی اختلاف کا موضوع بھی ہیں، اس لیے ہر صورت پر یکساں حکم لاگو کرنا درست نہیں۔ مجموعی طور پر تحقیق اس نتیجے کی تائید کرتی ہے کہ جدید طبی و مالی مسائل کا حل اسلامی اصولوں کی مستند اور محتاط تطبیق میں ہے۔ اس مقصد کے لیے مستند علمی تحقیق، اہلِ علم سے مشاورت اور معاصر فقہی آرا کا تقابلی مطالعہ ناگزیر ہے۔

تجاویز اور سفارشات

* جدید طبی اور مالی مسائل کے شرعی احکام متعین کرنے کے لیے برھان القرآن، قرآن مجید کی متعلقہ آیات، احادیثِ نبویہ اور معتبر فقہی مصادر کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے، تاکہ شرعی احکام کی مستند اور مدلل وضاحت پیش کی جا سکے۔

[35] علامہ، محمد طیب، برھان القرآن 2: 300

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

* خاندانی منصوبہ بندی، ٹیسٹ ٹیوب بے بی، اعضاء کی پیوندکاری اور پلاسٹک سرجری جیسے مسائل میں طبی ماہرین اور علمائے کرام کے مابین مشترکہ علمی مشاورت کو فروغ دیا جائے، تاکہ انسانی جان، نسب، صحت اور وقار کے تحفظ کو مدنظر رکھتے ہوئے شرعی رہنمائی فراہم کی جاسکے۔
* بینکوں کے قرضوں پر سود، کرنسی کے تبادلے، انشورنس، لائف انشورنس اور پگڑی کے کاروبار سے متعلق مسائل میں عوامی آگاہی پیدا کی جائے۔ اسلامی مالیاتی اداروں کو شفافیت، عدل اور شرعی اصولوں کی پابندی یقینی بنانی چاہیے، جبکہ مختلف مالی معاملات کے احکام ان کی حقیقی نوعیت اور شرائط کے مطابق متعین کیے جائیں۔
* جامعات، دینی مدارس اور تحقیقی اداروں میں معاصر طبی و مالی مسائل پر مزید تحقیقی کام کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ جدید مسائل کے بارے میں مستند فتاویٰ، تحقیقی مقالات اور آسان فہم علمی مواد شائع کیا جائے، تاکہ عوام کو درست شرعی رہنمائی میسر آئے اور اسلامی تعلیمات کے مطابق ذمہ دارانہ فیصلے کرنے میں مدد ملے۔

کتابیات

* القرآن الکریم
* شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی، سیرت النبی ﷺ (لاہور: مکتبہ اسلامیہ، 2012ء)
* طاہر القادری، اسلام میں خاندانی نظام (لاہور، منہاج القرآن پبلیکشنز 2010)
* علامہ محمد طیب، برھان القرآن (،لاہور، مکتبہ ضیاء القرآن پبلیکشنز)
* علامہ محمد طیب، دلائل النبوۃ (،لاہور، مکتبہ ضیاء القرآن پبلیکشنز)
* محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1410ھ)
* محمد بن الباقی مالکی، شرح الزرقانی (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1080ء)
* محمد بن جریر الطبری، تاریخ طبری (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1410ھ)
* محمد بن عبد الباقی مالکی، شرح المواہب اللدنیہ (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1996ء)
* محمد بن علی، الکامل فی التاریخ (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1987ء)
* المسلم، صحیح مسلم (لاہور، مکتبہ رحمانیہ 2005ء)
* مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، باب البیوع (ریاض، دار السلام، 1999ء)